مقالات

عبدالمالک سلفی ڈاہروی☆

قحط سالی اسباب اور علاج

ارضِ پاکستان پر اس وقت بھوک اور پیاس کے بادل منڈلا رہے ہیں، پورا ملک خشک سالی کی زد میں ہے۔ خاص طور پر صوبہ سندھ اور بلوچستان کے اکثر حصے قحط کی لپیٹ میں ہیں۔ کئی ہزار ایکڑ زرعی رقبہ بنجر ہو چکا ہے۔ گھاس اور پانی کی کمی سے مویشیوں کی ہلاکت ہو رہی ہے۔ بجلی کی بار بار بندش کی وجہ سے معمول کی زندگی مفلوج ہو کر رہ گئی ہے۔ صنعت اور زراعت پر نزع کی کیفیت طاری ہے۔ اس کے اسباب کیا ہیں اور اس کا علاج کیا ہے؟ اس پر بہت کم لوگ توجہ دیتے ہیں بلکہ افسوسناک بات یہ ہے کہ ماضی کی طرح اس عذابِ الٰہی کی توجیہ اور اس کے اسباب و عوامل اور علاج کی تدبیریں بھی خالصتاً مادّی ذہنیت سے کی جارہی ہیں اور شاید کسی کا ذہن اس بات کی طرف نہیں جارہا کہ اس ساری صورتحال کے پیچھے قدرت کا خفیہ ہاتھ کارفرما ہے۔

اصل اسباب اور وجوہات کی طرف توجہ دینا اور ان کو حل کرنا شاید کوئی اپنی ذمہ داری ہی تصور نہیں کرتا۔ حسبِ روایت ہر نئی حکومت سابقہ حکمرانوں کو اس کا ذمہ دار ٹھہرا کر بزعم خود اپنا فرض پورا کرلیتی ہے اور اس حوالے سے ٹی وی اور ریڈیو پر چند مذاکرے کروا کر، اخبارات میں چند خبریں لگوا کر اور قومی خزانے سے قحط زدگان کی اِمداد کم اور تشہیر زیادہ کر کے حکومت گویا اپنے آپ کو بری الذمہ قرار دے لیتی ہے۔ مسلمان ہونے کے ناطے بہرحال ہمارا فرض ہے کہ ان مشکلات کے سدباب کے لئے ہم اپنے دین سے رہنمائی حاصل کریں۔ اس غرض سے سطورِ ذیل میں قرآن و حدیث کی روشنی میں اس صورتحال کے اسباب اور وجوہات اور علاج کی طرف توجہ مبذول کرانا مقصود ہے۔ وما توفيقى الا بالله!

اسبابِ قحط اور ان کا تدارک ...... قرآن وحدیث کی روشنی میں

برے اعمال اور ربّ کی نافرمانی: اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم میں فرمایا ہے:

﴿ظَهَرَ الْفَسَادُ فِى الْبَرِّ وَالْبَحْرِ بِمَا كَسَبَتْ أَيْدِى النَّاسِ لِيُذِيقَهُم بَعْضَ الَّذِى عَمِلُوا لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُونَ﴾ (الروم:۴۱)

”خشکی اور تری میں لوگوں کے برے اعمال کی وجہ سے فساد پھیل گیا تاکہ اللہ تعالیٰ لوگوں کو بعض برے اعمال کی سزا انہیں دنیا میں چکھادے، شاید کہ لوگ برے اعمال سے باز آجائیں۔“

☆ متخصص مرکز تعلیم الاسلام، ستیانہ بنگلہ ...... فاضل جامعہ لاہور الاسلامیہ (رحمانیہ)

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے بنی نوع انسان کو یہ بات سمجھا دی ہے کہ دنیا میں خشک سالی، قحط، سیلاب، زلزلے، طوفان، اندرونی و بیرونی جھگڑے اور فسادات یا معاشی و اقتصادی اور اخلاقی بدحالی کی کوئی بھی شکل ہو، یہ سب انسان کے اپنے اعمال کا ہی نتیجہ ہے اور یہ ساری مصیبتیں اور آزمائشیں انسان پر اس لئے آتی ہیں کہ انسان ان سے عبرت حاصل کرے اور انہیں اپنی اصلاح کا ذریعہ بناتے ہوئے اپنے حالات میں تغیر پیدا کرے۔

آج اگر ہم اپنے حالات پر نظر ڈالیں اور اپنی انفرادی اور اجتماعی زندگی کا جائزہ لیں تو حقیقت یہ ہے کہ ایسی کوئی برائی نہیں جسے ہم نے من حیث القوم سینے سے نہ لگایا ہو۔ شرک و بدعات، توہمات اور خرافات، بے حیائی، فحاشی اور عریانی، ذخیرہ اندوزی اور سودخوری، بددیانتی اور کرپشن، لوٹ کھسوٹ اور قتل وغارت گری کے گھٹاٹوپ اندھیروں میں ہم گم ہیں۔ سود جسے قرآن نے اللہ اور اس کے رسولؐ کے خلاف جنگ قرار دیا ہے، اسے عام آدمی سے لے کر حکومت تک کوئی بھی چھوڑنے کو آمادہ نہیں ہے۔ لیکن اس کے باوجود بھی ہمارے دعوے ہیں کہ ہمیں خوشحالی اور ترقی اسی راستے پر چلنے سے ہی ملے گی۔ چنانچہ صورتِ حال یہ ہے کہ اللہ اور اس کے رسولؐ کی نافرمانی میں جیسے جیسے ہمارے قدم بڑھ رہے ہیں، بدتر سے بدترین نتائج ہمارے سامنے آرہے ہیں۔ ہم بغیر سوچے سمجھے مغربی اَقوام کی طرزِ زندگی اپنانے کے چکر میں دھکے کھا رہے ہیں۔ ہر آنے والی نئی حکومت اپنی طرف سے نئے نئے معاشی و اقتصادی پروگرام لے کر آتی ہے لیکن حالات بہتر ہونے کی بجائے مزید خراب ہوتے جارہے ہیں۔ مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی، والی صورتحال ہے۔

یہ سب کچھ اپنی آنکھوں سے دیکھنے اور کانوں سے سننے کے باوجود بھی ہم اللہ اور اس کے پیارے رسولؐ محمد عربی ﷺ کی نافرمانی اور بغاوت والی روش چھوڑنے پر تیار نہیں ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ آج وطن عزیز خشک سالی اور قحط کی لپیٹ میں ہے۔ زمینیں ویران اور بستیاں غیر آباد ہوچکی ہیں۔ بعض علاقوں میں انسان اور جانور پانی کے ایک ایک قطرے کو ترس رہے ہیں اور یہ بات ہمیشہ یاد رکھنی چاہئے کہ اللہ تعالیٰ کا عذاب مختلف نوعیت کا ہوتا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں فرمایا ہے:

﴿فَكُلًّا أَخَذْنَا بِذَنْبِهِ فَمِنْهُمْ مَنْ أَرْسَلْنَا عَلَيْهِ حَاصِبًا وَمِنْهُمْ مَنْ أَخَذَتْهُ الصَّيْحَةُ وَمِنْهُمْ مَنْ خَسَفْنَا بِهِ الأرضَ وَمِنْهُمْ مَنْ أَغْرَقْنَا وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيَظْلِمَهُمْ وَلٰكِنْ كَانُوا أَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُونَ﴾ (العنکبوت:۴۰)

''آخرکار ہر ایک کو ہم نے اس کے گناہ میں پکڑا پھر ان میں سے کسی پر ہم نے پتھراؤ کرنے والی ہوا بھیجی (قومِ عاد) اور کسی کو ایک زبردست دھماکے نے آلیا (قومِ ثمود) اور کسی کو ہم نے زمین میں دھنسا دیا (قارون) اور کسی کو غرقِ آب کردیا (فرعون، ہامان اور قومِ نوح)......اللہ تو ان پر ظلم

کرنے والا نہ تھا مگر وہ خود ہی اپنے اوپر ظلم کرنے والے تھے۔''

اور دوسری جگہ فرمانِ الٰہی ہے:

﴿إِنَّ اللّٰهَ لَا يَظْلِمُ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ﴾ (النساء:۴۱) ''بے شک اللہ کسی پر ذرّہ بھر بھی ظلم نہیں کرتا''

جب کوئی قوم اللہ اور اس کے رسولؐ کی نافرمانی پر اُتر آئے اور سرکشی و بغاوت شروع کردے تو وہ قوم صفحۂ ہستی سے جلد ہی مٹ جایا کرتی ہے:

﴿وَكَأَيِّنْ مِنْ قَرْيَةٍ عَتَتْ عَنْ أَمْرِ رَبِّهَا وَرُسُلِهِ فَحَاسَبْنٰهَا حِسَابًا شَدِيْدًا وَعَذَّبْنٰهَا عَذَابًا نُكْرًا ، فَذَاقَتْ وَبَالَ أَمْرِهَا وَكَانَ عَاقِبَةُ أَمْرِهَا خُسْرًا ، أَعَدَّاللّٰهُ لَهُمْ عَذَابًا شَدِيْدًا ، فَاتَّقُوا اللّٰهَ يٰاُولِي الاَلْبَابِ﴾ (الطلاق:۸تا۱۰)

''اور کتنی بستیاں ایسی گذر چکی ہیں جنہوں نے اپنے ربّ اور اس کے رسولوں کی نافرمانی کی اور ہم نے سختی سے ان کا حساب لیا اور ان کو بڑے عذاب (بیماری قحط وغیرہ میں) پھنسا دیا، بالآخر انہوں نے اپنے برے اعمال کا وبال چکھ لیا اور ان کے برے کاموں کا نتیجہ یہ ہوا کہ وہ ملیا میٹ ہوگئے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کیلئے سخت ترین عذاب تیار کررکھا ہے عقل والو! اللہ تعالیٰ سے ڈر جاؤ۔''

ناپ تول میں کمی بیشی اور زکوٰۃ ادا نہ کرنا: جو قوم اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر غیروں کو پوجنے لگے اور ماپ تول میں کمی بیشی کرنا شروع کردے تو ایسی قوم بھی بہت جلد صفحۂ ہستی سے مٹ جایا کرتی ہے۔ سورۂ ہود میں اللہ نے حضرت شعیب علیہ السلام اور ان کی قوم کا قصہ بڑی تفصیل سے بیان کیا ہے کہ وہ اپنی قوم کو خدائے واحد کا پرستار بننے کی دعوت دیتے رہے اور ماپ تول میں کمی بیشی سے منع کرتے رہے لیکن ان کی قوم نے صاف کہہ دیا کہ اے شعیبؑ! ہم تیرے کہنے پر اپنے آباؤ اجداد کے دین کو نہیں چھوڑ سکتے اور ماپ تول میں کمی بیشی سے بھی باز نہیں آسکتے حضرت شعیبؑ کے بار بار نصیحت کرنے اور سمجھانے کے باوجود جب قوم باز نہ آئی تو حضرت شعیب علیہ السلام نے فرمایا:

''میری قوم! تم اپنی جگہ جو کرتے ہو، کرتے رہو اور میں اپنا کام کرنے والا ہوں، عنقریب تمہیں معلوم ہوجائے گا کہ جھوٹا کون ہے اور رسوا کن عذاب کی لپیٹ میں کون آتا ہے؟!!'' (ہود:۹۳)

پھر قومِ شعیبؑ پر عذابِ الٰہی کا کوڑا برسا اور زوردار آواز نے ان کے کلیجے چیر دیئے اور وہ ایسے ختم کردیئے گئے جیسے وہ وہاں کبھی آباد ہی نہیں رہے تھے۔ اس واقعہ سے معلوم ہوا کہ ماپ تول میں کمی بیشی کوئی معمولی نہیں بلکہ سنگین جرم ہے اور اس جرم کی پاداش میں اللہ تعالیٰ پیداوار میں کمی کرکے قحط میں مبتلا کردیتے ہیں۔ حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے مروی ہے کہ حضرت رسول اقدس ﷺ نے فرمایا:

''جو لوگ ماپ تول میں کمی بیشی کریں گے: اللہ تعالیٰ ان کی پیداوار کم کردے گا اور ان پر قحط مسلط فرمادے گا۔'' (ترغیب وترہیب)

آج اگر ہم اپنے معاشرے کا جائزہ لیں تو بے شمار تاجر ایسے ملیں گے جو اس گھناؤنے جرم کو اپنی ذہنی ہوشیاری اور چالاکی سمجھتے ہیں جبکہ اللہ تعالیٰ نے ایسی قوم کے لئے دنیا میں قحط اور آخرت میں عذابِ الیم کی وعید سنائی ہے

﴿وَيْلٌ لِّلْمُطَفِّفِيْنَ اَلَّذِيْنَ إِذَا اكْتَالُوْا عَلَى النَّاسِ يَسْتَوْفُوْنَ وَإِذَا كَالُوْهُمْ أَوْ وَّزَنُوْهُمْ يُخْسِرُوْنَ﴾ (المطففین:۱تا۳)

”بڑی خرابی ہے ماپ تول میں کمی کرنے والوں کے لئے جب لوگوں سے ناپ لیتے ہیں تو پورا پورا لیتے ہیں اور جب ناپ یا تول کر دیتے ہیں تو کم دیتے ہیں“

جب معاشرے میں لوگ اپنے مال و دولت سے صدقہ وخیرات عشر اور زکوٰۃ دینے سے پہلو تہی کرنے لگیں تو اللہ تعالیٰ ان کی پیداوار ختم کر کے قحط میں مبتلا کر دیتے ہیں۔ سورۂ قلم میں اللہ تعالیٰ نے باغ والوں کا قصہ بیان کرتے ہوئے فرمایا:

﴿إِنَّا بَلَوْنٰهُمْ كَمَا بَلَوْنَا أَصْحٰبَ الْجَنَّةِ إِذْ أَقْسَمُوْا لَيَصْرِمُنَّهَا مُصْبِحِيْنَ وَلَا يَسْتَثْنُوْنَ فَطَافَ عَلَيْهَا طَائِفٌ مِّنْ رَّبِّكَ وَهُمْ نَائِمُوْنَ فَأَصْبَحَتْ كَالصَّرِيْمِ﴾

”ہم نے ان (مکہ کے کافروں) کو اس طرح آزمایا جیسے ایک باغ والوں کو آزمایا تھا جب وہ باغ والے قسم اُٹھا بیٹھے کہ صبح ہوتے ہی اس کا پھل توڑ لیں گے اور انہوں نے (غریبوں، مسکینوں کی) استثناء نہ کی تو وہ سو ہی رہے تھے کہ تیرے مالک کی طرف سے ایک پھیرا لگانے والی (بلا) باغ پر پھیرا کر گئی۔ پھر سارا باغ ایسا ہو گیا جیسے کوئی سارا پھل کاٹ کر لے گیا ہو“ (القلم: ۱۷تا۲۰)

جب ان باغ والوں نے غریبوں، مسکینوں اور یتیموں کو ان کا حق (عشر و زکوٰۃ وغیرہ) دینے کی بجائے اپنے باغ کا سارا پھل خود ہی سمیٹنے کا پروگرام بنایا اور رات کی تاریکی میں جا کر پھل کاٹنے کے لئے آپس میں صلاح و مشورے کرنے لگے تو اللہ تعالیٰ نے آسمان سے آگ بھیج کر ان کے سارے باغ کو تباہ و برباد کر دیا۔ حضرت بریدہؓ سے مروی ہے کہ حضرت رسولِ اکرم ﷺ نے فرمایا:

ما نقض قوم العهد الا كان القتل بينهم ولا ظهرت الفاحشة فى قوم الا سلط الله عليهم الموت ولا منع قوم الزكاة الا حبس عنهم القطر (ترغیب وترہیب)

”جو قوم وعدے کی پاسداری نہیں کرے گی، ان کے درمیان قتل و غارتگری شروع ہو جائے گی اور جس قوم میں زنا کاری عام ہو جائے گی، ان پر اللہ تعالیٰ موت مسلط فرما دے گا اور جو قوم زکوٰۃ روک لے گی، اللہ تعالیٰ ان سے بارانِ رحمت کو روک لے گا“

حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے مروی ہے کہ رسولِ معظم ﷺ نے فرمایا:

لم ينقص قوم المكيال والميزان الا اخذوا بالسنين وشدة المؤنة وجور السلطان عليهم ولم يمنعوا زكاة اموالهم الا منعوا القَطرَ من السماء ولو لا البهائم

لم یمطروا (تلخیص الحبیر، ابن ماجہ:۴۰۰۹)

''جوقوم ناپ تول میں کمی بیشی کرتی ہے، اس کو قحط سالی کی سخت مصیبتوں میں گرفتار کرلیا جاتا ہے اور ظالم حکمران ان پر مسلط کردیئے جاتے ہیں اور جو لوگ اپنے مال سے زکوۃ روک لیتے ہیں، ان سے بارشیں روک لی جاتی ہیں۔ اگر جانور نہ ہوتے تو بالکل بارش نہ ہوتی۔''

زکوۃ ادا نہ کرنا: امیر المومنین سیدنا ابوبکر صدیقؓ نے زکوۃ نہ دینے والوں کے خلاف اعلانِ جہاد کرتے ہوئے ارشاد فرمایا تھا کہ جو شخص نماز اور زکوۃ میں فرق کرے گا، میں اس کے خلاف جنگ کروں گا۔ کس قدر افسوس کا مقام ہے کہ اسلام کے نام پر حاصل کئے جانے والے ملک 'اسلامی جمہوریہ پاکستان' میں اسلام کے اس اہم رکن یعنی ادائیگی زکوۃ سے فرار ہونے کی قانونی گنجائش موجود ہے اور درہم و دینار کے پجاری اسلام کے منافی اس قانون کا سہارا لے کر زکوۃ نہ دے کر غضبِ الٰہی کو دعوت دیتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے زکوۃ نہ دینے والوں کے لئے دنیا میں قحط اور خشک سالی جیسی نہایت سنگین سزا تیار کر رکھی ہے اور آخرت میں عذاب جہنم کی شدید وعید سنائی ہے۔ ارشادِ خداوندی ہے:

﴿وَالَّذِيْنَ يَكْنِزُوْنَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ وَلَا يُنْفِقُوْنَهَا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ أَلِيْمٍ ، يَوْمَ يُحْمٰى عَلَيْهَا فِيْ نَارِ جَهَنَّمَ فَتُكْوٰى بِهَا جِبَاهُهُمْ وَجُنُوْبُهُمْ وَظُهُوْرُهُمْ هٰذَا مَا كَنَزْتُمْ لِاَنْفُسِكُمْ فَذُوْقُوْا مَا كُنْتُمْ تَكْنِزُوْنَ﴾ (التوبہ:۳۴،۳۵)

''اور جو لوگ سونے اور چاندی کا خزانہ رکھتے ہیں اور اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے، انہیں دردناک عذاب کی بشارت دے دو جس دن اس خزانے کو نارِ دوزخ میں گرم کیا جائے گا۔ پھر اس سے ان کی پیشانیاں، پہلو اور پیٹھیں داغی جائیں گی (اور ان سے کہا جائے گا) یہ ہے جسے تم نے اپنے لئے خزانہ بنا کر رکھا تھا، اپنے خزانوں کا مزہ چکھو!''

صحیح مسلم، کتاب الزکوۃ کے باب اثم مانع الزکوۃ میں حدیث ہے کہ

''جو شخص اپنے مال سے زکوۃ نہیں دیتا، قیامت والے دن اس کے مال کو آگ کی تختیاں بنا کر اس کے دونوں پہلو، پیشانی اور کمر کو داغا جائے گا۔ یہ دن پچاس ہزار سال کا ہوگا اور لوگوں کا فیصلہ ہونے تک اس کا یہی حال رہے، اس کے بعد اسے جنت یا جہنم میں لے جایا جائے گا۔''

اس لئے دنیا میں قحط اور خشک سالی اور دیگر عذابوں سے بچنے اور آخرت میں نارِ دوزخ سے محفوظ رہنے کے لئے اپنے مال و دولت سے زکوۃ عشر اور صدقہ وخیرات نکالنا ضروری ہے۔

اللہ کے دین سے روگردانی: جو قوم اللہ کے نازل کردہ دین سے روگردانی کو اپنا شیوہ بنا لے، اللہ ان کے مادّی وسائل کی کثرت وفراوانی کے باوجود ان کی گذران تنگ کردیتے ہیں۔ فرمانِ الٰہی ہے:

﴿وَمَنْ أَعْرَضَ عَنْ ذِكْرِيْ فَإِنَّ لَهُ مَعِيْشَةً ضَنْكًا﴾ (طٰہٰ:۱۲۴)

''جس نے میری کتاب (قرآن) سے منہ موڑ لیا (دنیا میں) اسکی معیشت تنگ کردی جائے گی''

آج اگر ہم اپنا اپنا جائزہ لیں تو یہ حقیقت ہر ایک پر واضح ہوجاتی ہے کہ ہم نے من حیث القوم زندگی کے تمام شعبوں میں اللہ تعالیٰ کے دین سے بغاوت کی روش اختیار کر رکھی ہے۔ تہذیب وتمدن، معاشرت ومعیشت، سیاست وعبادت، الغرض زندگی کے تمام شعبوں میں ہم پر یہود ونصاریٰ اور ہندوانہ تہذیب کے اثرات کی چھاپ نظر آتی ہے۔ جبکہ اللہ کے نازل کردہ دین پر عمل پیرا ہونے سے اللہ تعالیٰ زمین وآسمان سے رزق کے دروازے کھول دیتے ہیں۔ ارشادِ خداوندی ہے:

﴿وَلَوْ أَنَّهُمْ أَقَامُوْا التَّوْرَاةَ وَالإِنْجِيْلَ وَمَا أُنْزِلَ إِلَيْهِمْ مِنْ رَبِّهِمْ لَأَكَلُوْا مِنْ فَوْقِهِمْ وَمِنْ تَحْتِ أَرْجُلِهِمْ﴾ (المائدۃ:٦٦)

''اور اگر یہ لوگ تورات وانجیل اور جو کچھ ان کی جانب اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل فرمایا گیا ہے، ان کے پورے پابند رہتے تو یہ لوگ اپنے اوپر سے اور نیچے سے روزیاں پاتے اور کھاتے''

تفسیر احسن البیان میں ہے کہ اوپر کا ذکر یا تو بطورِ مبالغہ ہے یعنی کثرت سے اور انواع واقسام کے رزق اللہ تعالیٰ مہیا فرماتا یا اوپر سے مراد آسمان ہے یعنی حسبِ ضرورت خوب بارشیں برساتا اور نیچے سے مراد زمین ہے یعنی زمین اس بارش کو اپنے اندر جذب کرلیتی اور خوب پیداوار دیتی نتیجۃً شادابی اور خوشحالی کا دور دورہ ہوتا۔

انبیاء کرام کی تکذیب: جو قوم انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی پاکیزہ تعلیمات پر عمل پیرا ہونے کی بجائے ان کی تکذیب کرنا شروع کردے تو ایسی قوم پر بھی اللہ تعالیٰ قحط مسلط فرمادیتے ہیں۔ تفسیر ابن کثیر میں ہے کہ جب قومِ عاد نے حضرت ہود علیہ السلام کی تعلیمات پر عمل پیرا ہونے کی بجائے ان کی تکذیب کردی تو اللہ تعالیٰ نے اس قوم پر قحط مسلط کردیا اور ان پر طوفان کا عذاب بھیج کر انہیں نیست ونابود کردیا:

﴿فَلَمَّا رَأَوْهُ عَارِضًا مُسْتَقْبِلَ أَوْدِيَتِهِمْ قَالُوا هٰذا عَارِضٌ مُمْطِرُنَا بَلْ هُوَ مَا اسْتَعْجَلْتُمْ بِهٖ رِيْحٌ فِيْهَا عَذَابٌ أَلِيْمٌ، تُدَمِّرُ كُلَّ شَيْئٍ بِأَمْرِ رَبِّهَا فَأَصْبَحُوْا لَا يُرٰى إِلَّا مَسَاكِنُهُمْ كَذٰلِكَ نَجْزِي الْقَوْمَ الْمُجْرِمِيْنَ﴾ (الاحقاف:٢٤، ٢٥)

''جب وہ دور سے بادل آتا دیکھتے تو کہتے کہ یہ بادل ہم پر بارش برسانے والا ہے۔ دراصل یہ بادل وہی چیز ہے جس کی تم جلدی کر رہے تھے۔ اس میں ایسی ہوا ہے جس میں بڑا دردناک عذاب ہے جو اپنے رب کے حکم سے ہر چیز کو ہلاک کر رہی ہے اور وہ ایسے ختم کردیئے گئے کہ ان کے مکانات کے علاوہ کوئی شے دکھائی نہیں دیتی تھی، مجرموں کی قوم کو ہم ایسا ہی بدلہ دیا کرتے ہیں۔''

زناکاری اور فحاشی کا عام ہوجانا: جس معاشرے میں بے حیائی، فحاشی اور عریانی بدکاری اور زناکاری عام ہوجائے وہ معاشرہ بھی عذابِ الٰہی کا نشانہ بن جاتا ہے۔ قرآنِ حکیم نے سورۂ یوسف میں اہل مصر کی اخلاقی بدحالی کا نقشہ پیش کرتے ہوئے بیان فرمایا ہے کہ مصر کے عوام تو عوام رہے وہاں کے حکمرانوں کی

بیگمات بھی زنا کاری کی دلدل میں بری طرح مبتلا تھیں اور بدکاری کی اس حد تک رسیا تھیں کہ اپنے ناپاک منصوبے میں ناکامی کی صورت میں حضرت یوسف علیہ السلام کو بے گناہ پابندِ سلاسل کرا دیا تھا۔ چنانچہ قرآن حکیم نے شہادت دی کہ اس زنا کاری اور فحاشی کی دلدل میں پھنسے ہوئے معاشرے پر اللہ تعالیٰ نے سات سال تک قحط مسلط کئے رکھا، حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے فرمایا:

إذا ظهر في قوم الزنا والربا فقد أحلوا با نفسهم عتاب الله (ترغیب وترہیب)

''جس قوم میں زنا کاری اور سود خوری عام ہوجائے وہ اپنے لئے اللہ کے عذاب کو حلال کرلیتی ہے''

آج کس قدر افسوسناک بات ہے کہ 'لا الہ الا اللہ' کی بنیاد پر معرضِ وجود میں آنے والے وطن عزیز پاکستان میں اس گھناؤنے جرم کے لئے پرمٹ جاری کئے جاتے ہیں اور اخبارات کے کئی صفحات حیا سوز تصاویر اور بدکاروں، اداکاروں کے انٹرویوز سے سیاہ ہوتے ہیں اور رہی سہی کسر الیکٹرانک میڈیا نے نکال دی ہے اور اس دفعہ تو جشن بہاراں کے نام پر اور پھر بسنت کے موقع پر سرکاری سرپرستی میں جس طرح بے حیائی اور فحاشی کو فروغ دیا گیا ہے، وہ نہایت ہی باعث شرم اور قابل مذمت ہے!!

اور اس سے بڑھ کر دکھ کی بات یہ ہے کہ اہل علم ودانشور حضرات کو قومی ہیرو قرار دینے کی بجائے اداکاروں اور بدکاروں کو بڑے خوشنما اور پرکشش نام اور ایوارڈ دے کر ان کی حوصلہ افزائی کی جاتی ہے۔ ایک اسلامی ملک میں جب علم وہنر اور تعلیم وتہذیب کی یوں بے حرمتی اور بے توقیری کی جائے اور گویوں اور بھانڈوں کو ثقافتی سفیر، محبت کے راہی اور دیگر خوشنما نام دے کر ان کی حوصلہ افزائی کی جائے تو پھر ایسے ملک میں فتنے فساد، معاشی بدحالی، اندرونی اور بیرونی جھگڑے، خشک سالی اور قحط ہونے میں چنداں حیرانگی نہیں۔

شرک وبدعت: جو قوم خالق حقیقی اللہ ربّ العزت کو چھوڑ کر غیروں کی عبادت کرنے لگے اور مصائب وآلام کے رفع کے لئے غیر اللہ کے نام کی نذر ونیاز اور چڑھاوے چڑھانے لگے تو اللہ تعالیٰ ایسی قوم کو بھی قحط سالی اور دیگر سنگین مصیبتوں میں مبتلا کر دیتے ہیں۔

کفارِ قریش کے سامنے جب رسول کریم ﷺ نے توحید کی دعوت پیش کرتے ہوئے انہیں خدائے واحد کا پرستار بننے کی دعوت دی تو انہوں نے حسد وعناد اور ہٹ دھرمی کا مظاہرہ کرتے ہوئے اپنے خود ساختہ معبودوں کو چھوڑنے سے انکار کردیا تو اللہ تعالیٰ نے ان پر قحط مسلط کردیا اور وہ بڑی مصیبت میں گرفتار ہوگئے حتیٰ کہ وہ آپس میں لڑ لڑ کر مرنے لگے۔ بالآخر نوبت یہاں تک پہنچ گئی کہ وہ مردار چمڑے اور ہڈیاں کھانے پر مجبور ہوگئے ان میں سے ہر شخص کو مصیبت اور بھوک کی شدت کی وجہ سے زمین وآسمان کے درمیان دھواں نظر آنے لگا۔ (صحیح بخاری: حدیث ۴۳۲۵)

آج ہمارے عوام اور حکمران دونوں طبقے شرک کی دلدل میں بری طرح پھنسے ہوئے ہیں۔عوام رفع حاجات کے لئے قبروں میں دفن افراد کے مزاروں کا رخ کرتے ہیں اور وہاں نذر و نیاز کے طور پر بکرے چھترے دے کر اپنے مال و دولت سے بھی لٹتے ہیں اور سب سے بڑی دولت ایمان سے بھی ہاتھ دھو بیٹھتے ہیں۔اور حکمران کرسی ٔ اقتدار کو طول دینے کے لئے وائٹ ہاؤس کا طواف کرتے اور ٹیکسوں کی بھر مار کرکے عوام کے خون پسینے کی کمائی کا نذرانہ آئی ایم ایف اور ورلڈ بینک کے حضور بطورِ نیاز پیش کرتے ہیں۔جس ملک کے عوام اور حکمرانوں کا یہ حال ہو تو پھر ان پر بارانِ رحمت کا نزول نہیں ہوا کرتا بلکہ خشک سالی، قحط اور دیگر مختلف عذابوں کی لپیٹ میں آجانا اس قوم کا مقدر بن جاتا ہے۔

ناشکری: جب کوئی قوم اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ نعمتوں پر شکر کرنے کی بجائے تکبر اور غرور کرنا شروع کردے اور آخرت کو بھول جائے تو ایسی قوم کے مال و دولت کو اللہ تعالیٰ تباہ و برباد کرکے عذاب سے دوچار کردیتے ہیں۔سورۂ کہف میں اللہ تعالیٰ نے دو آدمیوں کا واقعہ بیان فرمایا ہے:

﴿وَاضْرِبْ لَهُمْ مَثَلًا رَّجُلَيْنِ جَعَلْنَا لِاَحَدِهِمَا جَنَّتَيْنِ مِنْ أَعْنَابٍ وَّحَفَفْنٰهُمَا بِنَخْلٍ وَّجَعَلْنَا بَيْنَهُمَا زَرْعًا ، كِلْتَا الْجَنَّتَيْنِ اٰتَتْ أُكُلَهَا وَلَمْ تَظْلِمْ مِنْهُ شَيْئًا وَفَجَّرْنَا خِلٰلَهُمَا نَهَرًا وَكَانَ لَهُ ثَمَرٌ فَقَالَ لِصَاحِبِهٖ وَهُوَ يُحَاوِرُهُ أَنَا أَكْثَرُ مِنْكَ مَالًا وَّأَعَزُّ نَفَرًا ، وَدَخَلَ جَنَّتَهُ وَهُوَ ظَالِمٌ لِنَفْسِهٖ قَالَ مَا أَظُنُّ أَنْ تَبِيْدَ هٰذِهٖ أَبَدًا وَمَا أَظُنُّ السَّاعَةَ قَائِمَةً وَّلَئِنْ رُّدِدْتُّ إِلٰى رَبِّى لَاَجِدَنَّ خَيْرًا مِّنْهَا مُنْقَلَبًا، قَالَ لَهُ صَاحِبُهُ وَهُوَ يُحَاوِرُهُ أَكَفَرْتَ بِالَّذِىْ خَلَقَكَ مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ مِنْ نُّطْفَةٍ ثُمَّ سَوّٰكَ رَجُلًا ، لٰكِنَّا هُوَ اللّٰهُ رَبِّىْ وَلَآ أُشْرِكُ بِرَبِّىْ أَحَدًا وَلَوْلَآ إِذْ دَخَلْتَ جَنَّتَكَ قُلْتَ مَاشَاءَ اللّٰهُ لَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللّٰهِ إِنْ تَرَنِ أَنَا أَقَلَّ مِنْكَ مَالًا وَّوَلَدًا ، فَعَسٰى رَبِّىْ أَنْ يُّؤْتِيَنِ خَيْرًامِّنْ جَنَّتِكَ وَيُرْسِلَ عَلَيْهَا حُسْبَانًا مِّنَ السَّمَاءِ فَتُصْبِحَ صَعِيْدًا زَلَقًا أَوْ يُصْبِحَ مَاؤُهَا غَوْرًا فَلَنْ تَسْتَطِيْعَ لَهُ طَلَبًا وَأُحِيْطَ بِثَمَرِهٖ فَأَصْبَحَ يُقَلِّبُ كَفَّيْهِ عَلٰى مَا أَنْفَقَ فِيْهَا وَهِىَ خَاوِيَةٌ عَلٰى عُرُوْشِهَا وَيَقُوْلُ يٰلَيْتَنِىْ لَمْ أُشْرِكْ بِرَبِّىْ أَحَدًا﴾ (الکہف:۳۲ تا ۴۲)

''مثال بیان کرو ان کے لئے دو آدمیوں کی: ان میں سے ایک کو ہم نے انگور کے دو باغ عطا فرمائے، ان کے اردگرد کھجور کی باڑ لگائی اور ان کے درمیان کاشت کی زمین رکھی۔دونوں باغ پھلے پھولے اور پھل دینے میں انہوں نے ذرّہ سی بھی کسر نہ چھوڑی۔ان باغوں کے اندر ہم نے ایک نہر جاری کردی اور اس سے خوب نفع حاصل ہوا۔

یہ سب کچھ پا کر ایک دن وہ اپنے ساتھی سے کہنے لگا کہ میں تجھ سے زیادہ مالدار ہوں اور تجھ سے زیادہ طاقتور نفری بھی رکھتا ہوں۔پھر وہ اپنے باغ میں داخل ہوا اور اپنے نفس کے حق میں ظالم بن کر کہنے لگا کہ میں نہیں سمجھتا کہ یہ دولت کبھی فنا ہوجائے گی اور مجھے توقع نہیں کہ قیامت کی گھڑی

کبھی آئے گی۔ تاہم اگر مجھے کبھی اپنے رب کے حضور پلٹایا بھی گیا تو ضرور اس سے زیادہ شاندار جگہ پاؤں گا۔ اس کے ساتھی نے اس سے گفتگو کرتے ہوئے کہا: کیا تو اس ذات کے ساتھ شکر کی بجائے کفر کرتا ہے جس نے تجھے مٹی سے اور پھر نطفے سے پیدا کیا اور تجھے ایک، پورا آدمی بنا کر کھڑا کیا۔ میرا ربّ تو وہی اللہ ہے اور میں اس کے ساتھ کسی کو شریک نہیں کرتا اور جب تو اپنے باغ میں داخل ہو رہا تھا تو اس وقت تیری زبان سے یہ کیوں نہ نکلا ماشاء الله لاقوة الا باالله!

اگر تو مجھے مال اور اولاد میں اپنے سے کمتر پا رہا ہے تو بعید نہیں کہ میرا ربّ تیرے باغ سے بہتر مجھے عطا فرما دے اور تیرے باغ پر آسمان سے کوئی آفت بھیج کر اسے تباہ و برباد کردے جس سے وہ صاف میدان بن کر رہ جائے یا اس کا پانی زمین میں اُتر جائے اور پھر تو کسی طرح نہ نکال سکے۔

آخر کار یہ ہوا اس کا سارا پھل مارا گیا اور وہ اپنے انگور کے باغ کو ٹٹیوں پر اُلٹا پڑا دیکھ کر اپنی لگائی ہوئی لاگت پر ہاتھ ملتا رہ گیا۔''

حضرت شاہ عبدالقادر لکھتے ہیں کہ آخر اس کے باغ کا وہی حال ہوا جو اس کے نیک بھائی کی زبان سے نکلا تھا کہ رات کو آگ لگ گئی، آسمان سے سب جل کر راکھ کا ڈھیر ہو گیا جو مال خرچ کیا تھا، دولت بڑھانے کو، وہ اصل بھی کھو بیٹھا۔ (موضح القرآن)

اس واقعہ سے مندرجہ ذیل چار باتیں معلوم ہوتی ہیں:

۱۔ دنیوی نعمتیں دو گھڑی کی دھوپ اور چار دن کی چاندنی ہیں، ناپائیدار اور فانی ہیں۔ پس عقل مند وہ ہے جو ان پر گھمنڈ نہ کرے اور ان کے بل بوتے پر اللہ کی نافرمانی پر آمادہ نہ ہو جائے اور تاریخ کے وہ اوراق ہمیشہ پیش نظر رکھے جن کی آغوش میں فرعون، نمرود، ثمود اور عاد کی قاہرانہ طاقتوں کا انجام آج تک محفوظ ہے: ﴿سِيْرُوْا فِى الارضِ فَانْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُجْرِمِيْنَ﴾ (النمل: ٦٩) ''زمین کی سیر کرو اور پھر دیکھو کہ نافرمانوں کا کیا انجام ہوا!''

۲۔ حقیقی اور دائمی عزت ایمان اور عمل صالح سے میسر ہوتی ہے، مال و دولت اور حشمتِ دنیوی سے حاصل نہیں ہوتی۔ قریش مکہ کو مال و دولت، ثروت و سطوت حاصل تھی، مگر بدر کے میدان میں ان کے انجامِ بد اور دین و دنیا کی رسوائی کو کوئی روک نہ سکا۔ جبکہ مسلمان ہمہ قسم کے سامانِ عیش سے محروم تھے مگر ایمان باللہ اور عمل صالح نے جب ان کو دینی و دنیوی عزت و حشمت عطا کی تو اس میں کوئی حائل نہ ہو سکا: ﴿وَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ وَلِرَسُوْلِهِ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ وَلٰكِنَّ الْمُنَافِقِيْنَ لَا يَفْقَهُوْنَ﴾

''حقیقی عزت اللہ اور اس کے رسولؐ اور مسلمانوں کے لئے ہی ہے مگر منافقین اس حقیقت سے ناآشنا ہیں۔'' (المنافقون: ۷)

۳۔ مؤمن کی شان یہ ہے کہ اگر اس کو اللہ تعالیٰ نے دنیا کی نعمتوں سے نوازا ہے تو غرور اور تکبر کی

بجائے درگاہِ حق میں جبیں نیاز جھکا کر اعترافِ نعمت کرے اور دل و زبان سے دونوں سے اقرار کرے کہ خدایا اگر تو یہ عطا نہ فرماتا تو ان کا حصول میری اپنی قوت و طاقت سے باہر تھا۔ یہ سب تیرے ہی عطاونوال کا صدقہ ہے:

﴿وَلَوْلَا إِذْ دَخَلْتَ جَنَّتَكَ قُلْتَ مَاشَاءَ اللهُ لَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللهِ﴾ (الکہف:۳۹)

''اور اپنے باغ میں داخل ہوتے وقت تو نے یوں کیوں نہ کہا کہ وہی ہوتا ہے جو اللہ چاہتا ہے۔''

صحیح حدیث میں ہے کہ لاحول و لا قوۃ الا باللہ جنت کے پوشیدہ خزانوں میں سے ایک خزانہ ہے کہ بندہ اعتراف کرے کہ بھلائی کرنے کی طاقت اور برائی سے بچنے کی قوت اللہ کی مدد کے بغیر نہ ممکن ہے یعنی جس شخص نے زبان سے اقرار اور دل سے اس حقیقت کا اعتراف کرلیا گویا کہ اس نے جنت کے مستور خزانوں کی کنجی حاصل کرلی۔

اس کے برعکس کافر کی حالت یہ ہے کہ اس کو جب دولت و ثروت اور جاہ و جلال میسر آجائے تو وہ خودی میں آکر مغرور ہوجاتا ہے اور جب اسے خدا کا کوئی نیک بندہ سمجھاتا ہے کہ یہ سب اللہ کا فضل و کرم ہے، اس کا شکر کر تو وہ اکڑ کر کہتا ہے:﴿إِنَّمَا أُوتِيتُهُ عَلَى عِلْمٍ عِندِي﴾

کہ ''یہ خدا کا دیا ہوا نہیں بلکہ میری اپنی دانائی اور علم و ہنر کا نتیجہ ہے۔''

مؤمن اور کافر کو اللہ کی طرف سے بھی الگ الگ جواب ملتا ہے جسے اس طرح بیان کیا گیا ہے:

﴿أَيَحْسَبُونَ أَنَّمَا نُمِدُّهُم بِهِ مِن مَّالٍ وَبَنِينَ نُسَارِعُ لَهُمْ فِي الْخَيْرَاتِ بَل لَّا يَشْعُرُونَ ، إِنَّ الَّذِينَ هُم مِّنْ خَشْيَةِ رَبِّهِم مُّشْفِقُونَ وَالَّذِينَ هُم بِآيَاتِ رَبِّهِمْ يُؤْمِنُونَ ، وَالَّذِينَ هُم بِرَبِّهِمْ لَا يُشْرِكُونَ وَالَّذِينَ يُؤْتُونَ مَا آتَوا وَّقُلُوبُهُمْ وَجِلَةٌ أَنَّهُمْ إِلَى رَبِّهِمْ رَاجِعُونَ ، أُولَئِكَ يُسَارِعُونَ فِي الْخَيْرَاتِ وَهُمْ لَهَا سَابِقُونَ﴾ (المومنون:۵۵)

''کیا (یہ کافر) لوگ خیال کرتے ہیں کہ ہم مال اور اولاد سے اس لئے ان کی امداد کررہے ہیں کہ بھلائی پہنچانے میں سرگرمی دکھائیں، نہیں مگر وہ شعور نہیں رکھتے (کہ ان کے بارے میں حقیقت حال دوسری ہے یعنی قانونِ مہلت کام کر رہا ہے) اور جو لوگ اپنے پروردگار سے ڈرتے ہیں، اس کی نشانیوں پر یقین رکھتے ہیں، اس کے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہراتے، اس کی راہ میں جو کچھ دے سکتے ہیں، بلا تامل دیتے ہیں اور پھر بھی ان کے دل ترساں رہتے ہیں کہ اپنے پروردگار کے حضور لوٹنا ہے تو بلا شبہ یہ لوگ ہیں جو بھلائیوں میں تیز گام ہیں اور یہی ہیں جو اس راہ میں سب سے آگے نکل جانے والے ہیں۔''

۴۔ سعید وہ ہے جو انجام سے قبل حقیقتِ انجام کو سوچ لے اور انجام کار سعادتِ ابدی و سرمدی پائے اور شقی وہ ہے جو انجام پر غور کئے بغیر غرور و نخوت کا اظہار کرے اور انجامِ بد دیکھنے کے بعد ندامت وحسرت کا اِقرار کرے اور اس وقت یہ ندامت وحسرت اس کے کچھ کام نہ آئے۔ چنانچہ اس واقعہ

میں بھی منکر کو وہی شقاوت پیش آئی: ﴿وَأُحِيطَ بِثَمَرِهِ فَأَصْبَحَ يُقَلِّبُ كَفَّيْهِ عَلَى مَا أَنْفَقَ فِيهَا وَهِيَ خَاوِيَةٌ عَلَى عُرُوشِهَا وَيَقُولُ يٰلَيْتَنِي لَمْ أُشْرِكْ بِرَبِّي أَحَدًا﴾ (الكهف:۴۲)

''آخر کار ہوا یہ کہ اس کا سارا پھل مارا گیا اور وہ اپنے انگور کے باغ کو ٹٹیوں پر اُلٹا پڑا دیکھ کر اپنی لگائی ہوئی لاگت پر ہاتھ ملتا رہ گیا اور کہنے لگا، کاش میں اپنے رب کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراتا''

اور یہی روزِ بد فرعون کو دیکھنا پڑا کہ وقت گزرنے کے بعد اس نے کہا: اگر عذاب کے مشاہدے سے پہلے موسیٰ علیہ السلام کی نصیحت مان لیتا تو اس دردناک عذاب کی لپیٹ میں نہ آتا:

﴿حَتّٰى إِذَا أَدْرَكَهُ الْغَرَقُ قَالَ اٰمَنْتُ أَنَّهُ لَا إِلٰهَ إِلَّا الَّذِيْ اٰمَنَتْ بِهِ بَنُوْإِسْرَائِيْلَ وَإِنَا مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ، آلْئٰنَ وَقَدْ عَصَيْتَ قَبْلُ وَكُنْتَ مِنَ الْمُفْسِدِيْنَ﴾ (یونس:۹۰)

''یہاں تک کہ جب وہ (فرعون) غرقاب ہونے لگا تو اس نے کہا کہ میں اقرار کرتا ہوں کہ کوئی الٰہ نہیں سوائے اس ذات کے جس پر بنو اسرائیل ایمان لائے ہیں اور میں مسلمانوں میں سے ہوتا ہوں، اللہ کی طرف سے جواب آیا اور اس سے پہلے تو نافرمانی کرتا رہا اور فسادیوں میں سے تھا''

قارون کا قصہ کبر ونخوت: قارون کو اللہ تعالیٰ نے مال و دولت کے خزانے وافر مقدار میں عطا فرمائے تھے، اس کے خزانوں کی چابیاں اٹھانے کے لئے قوی ہیکل مزدوروں کی جماعت درکار تھی۔ اس تمول اور سرمایہ داری نے اس کو بے حد مغرور کردیا تھا اور وہ دولت کے نشہ میں اس قدر چور تھا کہ اپنے عزیزوں، قرابت داروں اور قوم کے افراد کو حقیر و ذلیل سمجھتا اور ان کے ساتھ حقارت سے پیش آتا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ان کی قوم نے ایک مرتبہ ان کو نصیحت کی کہ

''اللہ تعالیٰ نے تجھے بے شمار دولت و ثروت بخشی اور عزت و حشمت عطا فرمائی ہے۔ لہٰذا اس کا شکر کر اور مالی حقوق زکوٰۃ و صدقات دے کر غربا، فقرا اور مساکین کی مدد کر، خدا کو بھول جانا اور اس کے احکام کی خلاف ورزی کرنا اخلاق و شرافت دونوں لحاظ سے سخت ناشکری اور سرکشی ہے۔ اس کی دی ہوئی عزت کا صلہ یہ نہیں ہونا چاہئے کہ تو کمزوروں اور ضعیفوں کو حقیر و ذلیل سمجھنے لگے اور تکبر و غرور میں غریبوں اور عزیزوں کے ساتھ نفرت سے پیش آئے۔''

قارون کے جذبہ انانیت کو حضرت موسیٰ علیہ السلام کی نصیحت پسند نہ آئی اور اس نے مغرورانہ انداز میں جناب موسیٰ علیہ السلام سے کہا: موسیٰ یہ میری دولت و ثروت تیرے خدا کی عطا نہیں ہے، یہ تو میرے عقلی تجربوں اور عملی کاوشوں اور ہنرمندی کا نتیجہ ہے: ﴿إِنَّمَا أُوْتِيْتُهُ عَلٰى عِلْمٍ عِنْدِيْ﴾، میری تیری نصیحت مان کر اپنی دولت کو اس طرح برباد نہیں کرسکتا۔ مگر موسیٰ علیہ السلام برابر اپنے فریضہ تبلیغ کو سرانجام دیتے رہے اور قارون کو راہِ ہدایت دکھاتے رہے۔

قارون نے جب یہ دیکھا کہ موسیٰ کسی طرح پیچھا نہیں چھوڑتے تو ان کو زِچ کرنے اور اپنی دولت و

حشمت اور ظاہری چمک و دمک، ٹھاٹھ باٹھ اور رئیسانہ کروفر اور جاہ وجلال کے مظاہر سے مرعوب کرنے کے لئے ایک دن بڑے متکبرانہ انداز کے ساتھ نکلا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل کے مجمع میں پیغامِ الٰہی سنا رہے تھے کہ قارون ایک بڑی جماعت کے ساتھ خاص شان وشوکت میں خزانوں کی نمائش کرتے ہوئے سامنے سے گزرا، اشارہ یہ تھا کہ اگر حضرت موسیٰ علیہ السلام کی تبلیغ کا یہ سلسلہ یوں ہی جاری رہا تو میں بھی ایک جتھا رکھتا ہوں اور زرو جواہر کا بھی مالک ہوں لہٰذا ان دونوں ہتھیاروں کے ذریعے موسیٰ علیہ السلام کو شکست دے کر رہوں گا۔

بنی اسرائیل نے جب قارون کی اس دنیوی ثروت وعظمت کو دیکھا تو ان میں سے کچھ آدمیوں کے دلوں میں انسانی کمزوری نے جذبہ پیدا کیا اور وہ بے چین ہوکر یہ دعا کرنے لگے: اے کاش! یہ دولت و ثروت ہم کو بھی حاصل ہوتی مگر بنی اسرائیل کے اربابِ حل وعقد نے فوراً مداخلت کی اور ان سے کہنے لگے کہ خبردار اس دنیوی زیب وزینت پر نہ جانا اور اس کے لالچ میں گرفتار نہ ہو بیٹھنا تم عنقریب دیکھو گے، اس مال و دولت کا انجام کیسا ہونے والا ہے؟ آخر کار جب قارون نے کبرونخوت کے خوب مظاہرے کر لئے اور حضرت موسیٰ اور بنی اسرائیل کے مسلمانوں کی تحقیر وتذلیل میں حد درجہ زور صرف کرلیا تو اب غیرتِ حق حرکت میں آئی اور پاداشِ عمل کے فطری قانون نے اپنے ہاتھ آگے بڑھائے اور قارون اور اس کی دولت پر خدا کا یہ اٹل فیصلہ ناطق کردیا: ﴿فَخَسَفْنَا بِهِ وَبِدَارِهِ الْأَرْضَ﴾ ''ہم نے قارون اور اس کے سرمایہ کو زمین کے اندر دھنسا دیا'' اور بنی اسرائیل کے سامنے اس کا غرور باقی رہا، نہ سامانِ غرور سب کو زمین نے نگل کر سامانِ عبرت بنا دیا۔ قرآنِ حکیم نے اس واقعہ کو سورۂ قصص میں تفصیل سے بیان کیا ہے۔

ان دونوں واقعات سے معلوم ہوا کہ مال و دولت کے ملنے پر شکر کے بجائے اگر تکبر وغرور کیا جائے تو اللہ وہ مال و دولت اور رزق کی فراوانی کو تباہ و برباد کرکے اپنا عذاب مسلط کردیتے ہیں۔ ﴿فاعتبروا یاولی الابصار﴾

جو قوم اللہ تعالیٰ کی نعمتوں پر شکر کرنے کی بجائے ناشکری کا راستہ اختیار کرتی ہے۔ اللہ تعالیٰ ان سے وہ نعمتیں چھین کر انہیں مختلف طرح کے مصائب وآلام میں مبتلا کردیتے ہیں۔ قرآنِ میں اللہ نے فرمایا

﴿ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا قَرْيَةً كَانَتْ آمِنَةً يَأْتِيهَا رِزْقُهَا رَغَدًا مِنْ كُلِّ مَكَانٍ فَكَفَرَتْ بِأَنْعُمِ اللّٰهِ فَأَذَاقَهَا اللّٰهُ لِبَاسَ الْجُوعِ وَالْخَوْفِ بِمَا كَانُوا يَصْنَعُونَ﴾ (النحل:۱۱۲)

''اللہ تعالیٰ ایک بستی کی مثال دیتا ہے، وہ امن واطمینان کی زندگی بسر کررہی تھی اور ہر طرف سے اس کو وافر رزق پہنچ رہا تھا کہ اس نے اللہ کی نعمتوں کا کفران شروع کردیا۔ تب اللہ نے اس کے باشندوں کو ان کے کرتوتوں کا یہ مزہ چکھایا کہ خوف اور بھوک کی مصیبتیں ان پر چھا گئیں''

اس سے معلوم ہوا کہ جو قوم کفرانِ نعمت کا راستہ اختیار کرے اور اللہ تعالیٰ کے اَوامر ونواہی سے پہلوتہی کرے، اللہ تعالیٰ اس سے اپنی نعمتوں کے دروازے بند کردیتے ہیں۔ دوسرے لفظوں میں اللہ تعالیٰ گناہوں کی وجہ سے اپنی نعمتیں سلب کرلیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے انعامات کا مستحق بننے کے لئے ضروری ہے کہ گناہوں سے اجتناب کیا جائے۔

قرآن حکیم نے قومِ سبا پر اللہ تعالیٰ کے لطف وکرم کا ذکر کرتے ہوئے بتایا ہے کہ اس قوم پر اللہ تعالیٰ نے بے شمار اور لامحدود انعام واکرام کئے۔ دنیوی سج دھج، کروفر اور مال وزر کی کثرت کی وجہ سے انہیں ہمہ قسم کی نعمتیں میسر تھیں اور ان تمام چیزوں پر مستزاد یہ تھا کہ یمن سے شام تک جس شاہراہ پر اہل سبا کے تجارتی قافلوں کی آمد ورفت تھی، اس کے دونوں جانب حسین وجمیل باغات اور خوشبودار درختوں کا سایہ تھا اور قریب قریب فاصلہ پر ان کے سفر کو آرام دہ بنانے کے لئے کاروان سرائے بنی ہوئیں تھی جو شام کے علاقہ تک ان کو اس آرام کے ساتھ پہنچاتی تھیں کہ پانی، میووں اور پھلوں کی کثرت یہ بھی محسوس نہیں ہونے دیتی تھی کہ وہ اپنے وطن میں ہیں یا دشوار گزار سفر میں حتیٰ کہ جب خوش گوار سایہ اور راحت بخش ہوا میں ان کا کارواں سراؤں میں ٹھہرتا، پرلطف میوے اور تازہ پھل کھاتا، ٹھنڈا اور میٹھا پانی پیتا ہوا حجاز اور شام تک آمدورفت رکھتا تو ہمسایہ قومیں رشک وحسد سے ان پر نگاہیں اٹھاتیں اور تعجب وحیرت کے ساتھ ان کی اس عیش وعشرت پر انگشت بدنداں ہوجاتی تھیں۔ قرآنِ حکیم کی ان آیات میں قوم سبا کی خوشحالی کا ذکر کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿لَقَدْ كَانَ لِسَبَإٍ فِي مَسْكَنِهِمْ آيَةٌ ، جَنَّتَانِ عَنْ يَمِينٍ وَشِمَالٍ كُلُوا مِنْ رِزْقِ رَبِّكُمْ وَاشْكُرُوا لَهُ بَلْدَةٌ طَيِّبَةٌ وَرَبٌّ غَفُورٌ﴾ (سبا:١٥)

''بلاشبہ اہل سبا کے لئے ان کے وطن میں قدرتِ الٰہی کی عجیب وغریب نشانی تھی۔ دو باغوں کا (سلسلہ) دائیں بائیں (اور اللہ نے ان کو فرما دیا تھا) کہ اے سبا والو! اپنے پروردگار کی جانب سے بخشی ہوئی روزی کھاؤ اور اس کا شکر کرو، شہر ہے پاکیزہ اور پروردگار ہے بخشنے والا''

چنانچہ اہل سبا ایک عرصہ تک تو اس جنت ارضی کو اللہ تعالیٰ کی عظیم الشان نعمت ہی سمجھتے رہے اور حلقہ بگوش اسلام رہتے ہوئے اَحکام الٰہی کی تعمیل اپنا فرض سمجھتے رہے لیکن دنیوی ٹھاٹھ باٹھ اور عیش وعشرت نے ان میں بھی وہی بداخلاقی اور کردار پیدا کردیئے جو ان کی پیشرو متکبر اور مغرور قوموں میں موجود تھے حتی کہ حالت یہاں تک جاپہنچی کہ انہوں نے دین حق کو بھی خیر باد کہہ دیا اور کفر وشرک کی سابقہ زندگی کو پھر اپنا لیا، تاہم ربِّ غفور نے فوراً گرفت نہیں کی بلکہ اس کی وسعتِ رحمت نے قانونِ مہلت سے کام لیا اور انبیاء نے ان کو راہِ حق کی تلقین فرمائی اور بتایا کہ ان نعمتوں کا مطلب یہ نہیں کہ تم دولت وثروت اور جاہ وجلال کے نشہ میں مست ہوجاؤ اور نہ یہ کہ اخلاقِ کریمانہ کو چھوڑ بیٹھو اور کفر وشرک اختیار کرکے خدا کے

ساتھ بغاوت کا اعلان کردو۔ سوچو اور غور کرو کہ یہ بری راہ ہے اور اس کا انجام نہایت خطرناک ہے۔

ابن منبہ کے حوالے سے محمد بن اسحٰق بیان کرتے ہیں کہ خوشحالی کے ان دنوں میں ان کے پاس اللہ تعالیٰ کے تیرہ نبی فریضہ رسالت ادا کرنے آئے مگر انہوں نے کوئی پرواہ نہ کی اور اپنی موجودہ خوشی اور عیش کو دائمی سمجھ کر کفر وشرک کی بدمستیوں میں مبتلا رہے۔ بالآخر تاریخ نے اپنے آپ کو دہرایا اور اللہ تعالیٰ کی ناشکری کی بدولت ان کا انجام بھی وہی ہوا جو گذشتہ زمانہ میں اللہ کی نافرمان قوموں کا ہوتا ہے اور اللہ نے ان پر دو طرح کے عذاب مسلط کردیئے:

پہلی سزا: سیل عرم، جس کی بدولت ان کے جنت نظیر باغات برباد ہوگئے اور ان کی جگہ جنگلی بیریاں، خاردار درخت اور پیلو کے درخت اُگ کر یہ شہادت دینے اور عبرت کی کہانی سنانے لگے کہ خدا کی پیہم نافرمانی اور سرکشی کرنے والی اُقوام کا یہی حشر ہوتا ہے۔ چنانچہ ہوا یہ کہ وہ ڈیم جس کی تعمیر پر ان کو بڑا فخر و ناز تھا اور جس کی بدولت ان کے دارالحکومت کے دونوں جانب تین سو مربع میل تک خوب صورت اور حسین باغات اور سرسبز وشاداب کھیتوں اور فصلوں سے چمن گلزار بنا ہوا تھا، وہ ڈیم خدا کے حکم سے ٹوٹ گیا اور اچانک اس کا پانی زبردست سیلاب بن کر وادی میں پھیل گیا اور مآرب اور اس کے تمام حصہ زمین پر جہاں یہ راحت بخش باغات تھے، چھا گیا اور ان سب کو غرقاب کرکے برباد کردیا اور جب پانی آہستہ آہستہ خشک ہوگیا تو اس پورے علاقے میں باغوں کی جنت کی جگہ پہاڑوں کے دونوں کناروں سے وادی کے دونوں جانب جھاؤ کے درختوں کے جھنڈ، جنگلی بیروں کے درخت اور پیلو کے درختوں نے لے لی جن کا پھل بدذائقہ تھا۔ اور خدا کے اس عذاب کو اہل مآرب اور قومِ سبا کی کوئی قوت وسطوت نہ روک سکی اور فن تعمیر اور انجینئرنگ کے کمال بھی ان کے کام نہ آئے اور قوم سبا کے لئے اس کے سوا کوئی چارۂ کار باقی نہ رہا کہ اپنے وطن مألوف اور بلدۂ طیبہ مآرب اور نواح کو چھوڑ کر منتشر ہوجائیں۔ قرآن حکیم نے اس عبرت ناک واقعہ کو بیان کرکے دیدہ نگاہ اور بیدار قلب انسان کو نصیحت کا یہ سبق سنایا ہے:

﴿فَاَعۡرَضُوۡا فَاَرۡسَلۡنَا عَلَيۡهِمۡ سَيۡلَ الۡعَرِمِ وَبَدَّلۡنٰهُمۡ بِجَنَّتَيۡهِمۡ جَنَّتَيۡنِ ذَوَاتَىۡ اُكُلٍ خَمۡطٍ وَّاَثۡلٍ وَّشَىۡءٍ مِّنۡ سِدۡرٍ قَلِيۡلٍ ذٰلِكَ جَزَيۡنٰهُمۡ بِمَا كَفَرُوۡا وَهَلۡ نُجٰزِىۡۤ اِلَّا الۡـكَفُوۡرَ﴾

"پھر انہوں (قومِ سبا) نے ان پیغمبروں کی نصیحتوں سے منہ پھیر لیا پس ہم نے ان زور کا سیلاب چھوڑ دیا اور ان کے دو عمدہ باغوں کے بدلے دو ایسے باغ اُگا دیئے جو بدمزہ پھلوں جھاؤ اور کچھ بیری کے درختوں کے جھنڈ تھے۔ یہ ہم نے ان کو ناشکر گزاری کی سزا دی اور ہم ناشکری قوم ہی کو سزا دیا کرتے ہیں" (سبا:۱۶،۱۷)

دوسری سزا: مآرب کے ڈیم ٹوٹ جانے پر جب شہر مآرب اور اس کے دونوں جانب کے علاقے سرسبز کھیتوں، خوشبودار درختوں اور عمدہ میووں اور پھلوں کے شاداب باغوں سے محروم ہوگئے تو ان بستیوں

کے اکثر باشندے منتشر ہو کر کچھ شام، عراق اور حجاز کی جانب چلے گئے اور کچھ یمن کے دوسرے علاقوں میں جا بسے مگر عذابِ الٰہی کی تکمیل ہنوز باقی تھی۔ اس لئے سبا نے صرف غرور اور سرکشی، کفر و شرک ہی کے ذریعے اللہ کی نعمتوں کو نہیں ٹھکرایا تھا بلکہ ان کو یمن سے شام تک راحت رساں آبادیوں اور کارواں سراؤں کی وجہ سے وہ سفر بھی راس نہ آیا جس میں ان کو یہ بھی محسوس نہیں ہوتا کہ سفر کی صعوبتیں کیا ہوتی ہیں اور پانی کی تکلیف اور خورد و نوش کی ایذا کس شے کا نام ہے اور قدم قدم پر وہ خوشبودار درختوں اور پھلوں کے باغات کی وجہ سے گرمی اور تپش کی زحمت سے بھی نا آشنا تھے۔

انہوں نے ان نعمتوں پر خدا کا شکر ادا کرنے کی بجائے بنی اسرائیل کی طرح ناک بھوں چڑھا کر یہ کہنا شروع کر دیا کہ یہ بھی بھلا کوئی زندگی ہے کہ انسان سفر کے ارادے سے گھر سے نکلے اور اسے یہ بھی معلوم نہ ہو کہ وہ حالتِ سفر میں ہے یا اپنے گھر میں۔ خوش نصیب انسان تو وہ ہے جو ہمتِ مرداں کے ساتھ سفر کی ہمہ قسم کی تکالیف اٹھائے، پانی اور خورد و نوش کے لئے آزار سہے اور اسبابِ راحت و آرام کے میسر نہ ہونے کی وجہ سے لذتِ سفر کا ذائقہ چکھے۔ کاش! ہمارا سفر ایسا ہو جائے کہ ہم یہ محسوس کرنے لگیں کہ وطن سے کسی دور دراز جگہ کا سفر کرنے نکلے ہیں اور ہم دوری منزل کی تکالیف سہتے ہوئے حضر اور سفر میں امتیاز کر سکیں۔ بدبخت اور ناسپاس گزار انسانوں کی یہ ناشکری تھی جس کی تمناؤں اور آرزوؤں میں مضطرب ہو کر خدا کے عذاب کو دعوت دے رہے تھے اور اس کے انجامِ بد سے غافل ہو چکے تھے۔

قوم سبا نے جب اس طرح کفرانِ نعمت کی انتہا کر دی تو اب اللہ تعالیٰ نے ان کو دوسری سزا یہ دی کہ یمن سے شام تک ان کی تمام آبادیوں کو ویران کر دیا جو ان کے راحت و آرام کی کفیل تھیں اور سفر کی ہر قسم کی صعوبتوں سے ان کو محفوظ رکھتی تھیں اور اس طرح پورے علاقے میں خاک لگی اور یمن سے شام تک نو آبادیوں کا یہ سلسلہ ویرانہ میں تبدیل ہو کر رہ گیا۔ چنانچہ قرآن حکیم کی یہ آیات اسی حقیقت کا اعلان کر رہی ہیں:

﴿وَجَعَلْنَا بَيْنَهُمْ وَبَيْنَ الْقُرَى الَّتِي بَارَكْنَا فِيهَا قُرًى ظَاهِرَةً وَقَدَّرْنَا فِيهَا السَّيْرَ سِيرُوا فِيهَا لَيَالِيَ وَأَيَّامًا آمِنِينَ فَقَالُوا رَبَّنَا بَاعِدْ بَيْنَ أَسْفَارِنَا وَظَلَمُوا أَنْفُسَهُمْ وَجَعَلْنَاهُمْ أَحَادِيثَ وَمَزَّقْنَاهُمْ كُلَّ مُمَزَّقٍ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَاتٍ لِكُلِّ صَبَّارٍ شَكُورٍ﴾

''ہم نے ان ملک اور برکت والی آبادیوں (یعنی شام) کے درمیان بہت سی کھلی آبادیاں کر دی تھیں اور ان میں سفر کی منزلیں (کارواں سرائے) مقرر کی تھیں اور کہہ دیا تھا کہ چلو ان آبادیوں کے درمیان دن رات بے خوف و خطر۔ مگر انہوں نے کہا: ہمارے پروردگار ہمارے سفروں اور منزلوں کے درمیان دوری کر دے اور یہ کہہ کر انہوں نے خود اپنی جانوں پر ظلم کیا پس ہم نے ان کو کہانی بنا دیا اور ان کو پارہ پارہ کر دیا۔ بلاشبہ اس واقعہ میں عبرت کی نشانیاں ہیں صابر اور شکر گزار

بندوں کے لئے۔'' (سبا:۱۸،۱۹)

قرآن حکیم نے جب اہل عرب کو سبا اور سیل عرم کا یہ واقعہ سنایا تو اس وقت یمن کا ہر آدمی اس حقیقت کا بچشم خود مشاہدہ کر رہا تھا اور وہ تمام خاندان بھی جو حجاز، شام، عمان، بحرین، نجد میں اس حادثہ کی بدولت پناہ گزیں ہوگئے تھے، اپنے آباؤ اجداد کے اس مرکز کی حالت زار کو دیکھ اور سن رہے تھے۔ حتیٰ کہ ہمدانی جو کہ چوتھی صدی ہجری کا مشہور سیاح ہے، اپنی کتاب 'اکلیل' میں یمن کے اس حصے کے متعلق اپنی عینی شہادت پیش کرتا ہے کہ قرآنِ حکیم نے جنتان عن یمین و شمال کہہ کر جن باغوں کا ذکر کیا ہے بلاشبہ آج بھی ان کی جگہ اس قدر کثرت سے پیلو کے درخت موجود ہیں کہ اتنی کثرت کے ساتھ اور کہیں نہیں پائے جاتے اور انہی درختوں کے ساتھ جھاؤ اور کہیں کہیں جنگلی بیر کے درخت بھی نظر آتے ہیں اور وہ دیدۂ بینا کو عبرتناک داستان سنا رہے ہیں۔ **فاعتبروا یاولی الابصار!**

جو قوم فرمانِ نبوی کے سامنے جھکنے کی بجائے اپنی ضد اور ہٹ دھرمی پر کمربستہ ہوجائے ، اللہ تعالیٰ ان کی پیداوار میں کمی کرکے انہیں غربت وافلاس، فقر و فاقے اور بیماریوں میں مبتلا کردیتے ہیں:

> ''سیدنا عمر فاروقؓ ایک دفعہ اپنے زمانہ خلافت میں غلہ منڈی میں گئے اور جا کر اناج کے ڈھیروں کا معائنہ کرنے لگے۔ ایک جگہ آپ نے نہایت عمدہ اناج دیکھا اور فرمایا کہ اللہ اس غلے میں برکت عطا فرمائے اور اس کے لانے والے پر بھی رحم و کرم فرمائے۔ آپؓ کو بتایا گیا کہ اس غلہ کے مالکوں نے اس کو سٹاک کیا ہوا تھا۔ آپؓ نے دریافت کیا کہ وہ کون ہیں جنہوں نے اُمت کی ضرورت کے وقت اس غلہ کو سٹاک کیا ہے۔ آپؓ کو بتایا گیا کہ فلاں فلاں آدمی ہیں۔ آپؓ نے ان کو طلب کرکے فرمایا کہ
>
> ''میں نے رسول کریم ﷺ سے سنا ہے کہ جو آدمی امت مسلمہ کی ضرورت کے وقت اناج سٹاک کرے گا، اللہ تعالیٰ اسے کوڑھ کی بیماری لگا دیں گے یا اسے غربت وافلاس میں مبتلا کردیں گے۔''
>
> ان دونوں آدمیوں میں سے ایک نے وہاں کھڑے ہی اللہ کے حضور توبہ کرلی اور آئندہ ذخیرہ اندوزی نہ کرنے کا اللہ سے وعدہ کرلیا لیکن دوسرے آدمی نے کہا کہ یہ ہمارا اناج ہے، ہم جب چاہیں اور جیسے چاہیں خرچ کریں کسی کو کیا اعتراض ہے؟ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اس آدمی کو کوڑھ کی بیماری میں مبتلا کردیا اور وہ اسی حال میں مرگیا۔ (مسند احمد، مسند عمر بن خطاب:۱۳۰)

<u>فریضہ امر بالمعروف سے روگردانی:</u> جو قوم امر باالمعروف ونھی عن المنکر کے شرعی فریضے کو چھوڑ دیتی ہے، وہ بھی اللہ تعالیٰ کے عذاب کی زد میں آجاتی ہے۔ حذیفہ بن یمان سے مروی ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا:

> والذی نفسی بیدہ لتأمرن وتنھون عن المنکر اولیوشکن اللہ ان یبعث علیکم عذابا منہ فتدعونہ فلا یستجاب لکم (جامع ترمذی، کتاب الفتن:۲۰۹۵)

''قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے تم ضرور نیکی کا حکم دو اور برائی سے منع کرو ورنہ قریب ہے کہ اللہ تعالیٰ تم پر عذاب مسلط کردے۔ پھر تم اس سے دعائیں کرو گے لیکن وہ قبول نہیں فرمائے گا۔''

قطع رحمی: جو قوم صلہ رحمی کی بجائے قطعی رحمی اور آپس میں رحم وکرم کی بجائے سرکشی و بغاوت اور ظلم وستم پر اُتر آئے، اللہ اسے دنیا میں عذاب کا مزہ چکھا دیتے ہیں۔ حضرت ابوبکرؓ سے مروی ہے کہ رسول کریمﷺ نے فرمایا:

ما من ذنب أحری ان یعجل لصاحبه العقوبة فی الدنیا مع ما یدخرله فی الآخرة من قطیعة الرحم والبغی (ابوداود، کتاب الادب: ص ۳۵)

''دو گناہ ایسے ہیں جن کی سزا دنیا میں اللہ تعالیٰ بہت جلدی دیتے ہیں اور وہ دو گناہ یہ ہیں: قطع رحمی اور ظلم وستم کرنا''

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے مروی ہے کہ حضرت رسول کریمﷺ نے فرمایا:

لَا تَظْلِمُوْا فَتَدْعُوْا فَلَا یُسْتَجَاب لَکُمْ وَتَسْتَقُوْا فَلَا تَسْقُوْا وَتَسْتَنْصُرُوْا فَلَا تُنْصَرُوْا (مجمع الزوائد: ۲۳۵/۵)

''ظلم نہ کرو ورنہ تمہارا حال یہ ہوگا کہ تم دعائیں کرو لیکن تمہاری دعائیں قبول نہیں ہوں گی، اور تم بارش طلب کرو گے لیکن تم پر بارش نہیں برسے گی اور تم مدد طلب کرو گے لیکن تمہاری مدد نہیں کی جائے گی''

جو قوم اللہ کی نافرمانی کو اپنا شیوہ بنالے اور گناہ پر گناہ کرتی چلی جائے اور توبہ نہ کرے تو اللہ تعالیٰ اسے رزق سے محروم کردیتے ہیں۔ حضرت ثوبانؓ سے مروی ہے کہ نبی کریمﷺ نے فرمایا:

إن الرجل لیحرم الرزق بالذنب یعیبه ولا یرد القدر الا الدعا ولا یزید فی العمر الا البر (ابن ماجه، باب فی القدر: حدیث ۸۷) ''بیشک آدمی گناہ کا ارتکاب کرکے رزق سے محروم ہوجاتا ہے اور دعا تقدیر میں ردّ وبدل کردیتی ہے اور نیکی کرنے سے عمر میں برکت ہوجاتی ہے۔''

علاج

کسی بھی چیز کے استعمال میں جب اسراف وتبذیر سے کام لیا جائے تو اس کا نتیجہ بالآخر غلط ہی نکلے گا۔ انسان کے پاس اگرچہ مال وزر کے خزانے ہی کیوں نہ موجود ہوں، اگر وہ ان کے استعمال میں اسراف سے کام لے گا تو بہت جلد ان سے ہاتھ دھو بیٹھے گا۔ پانی کا معاملہ بھی یہی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے زمین کے تین چوتھائی حصے کو پانی سے بھرا ہوا ہے لیکن اس کے باوجود بھی اگر اس کا استعمال مناسب نہ ہو تو انسان اس کے ایک ایک قطرے کو بھی ترس جاتا ہے۔ جن علاقوں میں پانی وافر مقدار میں موجود ہوتا ہے

وہاں باشندے عموماً پانی کو مفت سمجھ کر اس کا بے بہا استعمال کرتے ہیں۔ چنانچہ پانی کی سطح وہاں آہستہ آہستہ گرنا شروع ہوجاتی ہے اور پھر سارا علاقہ پانی کی کمی کا شکار ہوجاتا ہے۔ اسی لئے نبی اکرم ﷺ نے مسلمانوں کو پانی کے سلسلہ میں بھی اسراف وتبذیر سے منع فرمایا ہے۔

سیدنا حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کے متعلق مروی ہے کہ ایک دفعہ وہ دورانِ وضو ضرورت سے زیادہ پانی استعمال کر رہے تھے۔ نبی اکرم ﷺ نے انہیں دیکھ کر فرمایا کہ

''ہاں! یہ بھی اِسراف میں شامل ہے، اگر چہ تم کسی جاری نہر کے کنارے پر ہی کیوں نہ بیٹھے ہو''
(پانی کو ضرورت سے زیادہ استعمال نہ کیا کرو)۔ (ابن ماجہ، کتاب الطہارۃ وسننہا: حدیث ۴۱۹)

اس لئے ہمیں اس ہدایتِ نبویؐ پر عمل پیرا ہونے کی کوشش کرنی چاہئے تاکہ ہم اس عظیم نعمت پانی کی کمی کا شکار نہ ہوں۔ اِسراف وتبذیر سے کام لینے والوں کو اللہ تعالیٰ پسند بھی نہیں فرماتے

﴿إنَّ اللّٰهَ لَايُحِبُّ الْمُسْرِفِيْنَ﴾ (الانعام:۱۴۱)

قرآنِ حکیم میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

﴿وَلَوْ أَنَّ اَهْلَ الْقُرىٰ اٰمَنُوْا وَاتَّقَوْا لَفَتَحْنَا عَلَيْهِمْ بَرَكَاتٍ مِنَ السَّمَاءِ وَالاَرْضِ وَلٰكِنْ كَذَّبُوْا فَاَخَذْنٰهُمْ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ﴾ (الاعراف:۹۶)

''اور اگر یہ بستیوں والے ایمان لاتے (اللہ کی طرف رجوع کرتے) اور (برے کاموں) کفروشرک سے بچے رہتے تو ہم ان پر آسمان اور زمین کی برکتیں کھول دیتے مگر انہوں نے تو ہمارے پیغمبروں کو) جھٹلایا تو (ہم نے بھی) ان کے کاموں کی سزا میں انہیں پکڑ لیا۔''

☆ قرآنِ حکیم میں اللہ کا فرمان ہے: ﴿وَمَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهُ مَخْرَجًا﴾ (الطلاق:۲)

''جو اللہ کا تقویٰ اختیار کرے، اللہ اس کیلئے مصیبتوں سے نکلنے کے راستے پیدا فرمادیتے ہیں''

☆ نبی کریمؐ نے ارشاد فرمایا کہ جس نے استغفار کو لازم کرلیا، اللہ اسے ہر تنگی سے نجات دیں گے اور ایسی جگہ سے رزق عطا فرمائیں گے جہاں سے وہم وگمان بھی نہیں ہوگا۔

☆ جناب ربیع بن صبیح بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ حضرت حسن بصریؒ کی مجلس میں چار آدمی آئے اور انہوں نے اپنے اپنے مسائل ومشکلات حسن بصریؒ کے سامنے پیش کیے۔ ایک نے کہا: میں بیمار ہوں، دوسرے نے کہا: میرے پاس اولاد نہیں ہے، تیسرے نے کہا: میں نہایت غریب ہوں اور چوتھے نے کہا کہ ہمارے علاقے میں قحط سالی کا دور دورہ ہے۔ آپ نے ہر ایک کو استغفار کرنے کا حکم دیا۔ مجلس سے ایک آدمی نے کہا کہ حضرت ان کے مسائل ومشکلات علیحدہ علیحدہ ہیں، لیکن آپ نے تمام کو علاج اور نسخہ ایک ہی بتایا ہے، اس کی کیا وجہ ہے؟ حسن بصری نے فرمایا کہ جناب نوحؑ نے اپنی قوم سے کہا تھا کہ تم اللہ کے سامنے استغفار کرو، وہ بڑا بخشنے والا ہے۔ وہ تم پر آسمان سے موسلا دھار بارش نازل فرمائے گا، اور

تمہیں مال و دولت اور بیٹے بھی دے گا اور باغات بھی تمہیں عنایت فرمائے گا اور نہروں کو بھی جاری کر دے گا۔ (روح المعانی)

(ا) قحط سالی میں حضرت رسولِ کریمؐ نمازِ استسقاء ادا کرتے اور بڑے خشوع وخضوع سے توبہ و استغفار کرتے اور یہ دعائیں پڑھتے: اَللّٰهُمَّ اسْقِنَا الْغَيْثَ وَلَا تَجْعَلْنَا مِنَ الْقٰنِطِيْنَ (الاذکار للنووی)

''الٰہی ہم پر بارانِ رحمت نازل فرما اور نا امید ہونے والوں میں نہ بنا''

اَللّٰهُمَّ اسْقِ عِبَادَكَ وَبَهَائِمَكَ وَانْشُرْ رَحْمَتَكَ وَأَحْيِ بَلَدَكَ الْمَيِّتَ......

''الٰہی اپنے بندوں اور جانوروں کو پانی پلا اور اپنی رحمت کو پھیلا دے اور اپنے ویران شہر آباد کر دے'' (ابوداود: حدیث ۹۹۴)

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ، الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ، مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ، يَفْعَلُ مَا يُرِيْدُ، اَللّٰهُمَّ أَنْتَ اللّٰهُ لَا إِلٰهَ إِلَّا أَنْتَ الْغَنِيُّ وَنَحْنُ الْفُقَرَاءُ، أَنْزِلْ عَلَيْنَا الْغَيْثَ وَاجْعَلْ لَنَا قُوَّةً وَبَلَاغًا إِلٰى حِيْنٍ...... (ابوداود: حدیث ۹۹۲)

''تمام تعریفیں اللہ کے لئے ہیں جو تمام جہانوں کا پالنے والا ہے، جو نہایت رحم کرنے والا، بڑا مہربان ہے۔ قیامت کے دن کا مالک ہے۔ اس کی شان ہے کہ جو چاہے کر ڈالے۔ الٰہی تو ہی ہمارا معبود ہے۔ تیرے علاوہ کوئی معبود نہیں۔ تو غنی ہے اور ہم تیرے محتاج بندے ہیں۔ ہم پر بارش نازل فرما، جو بارش تو ہم پر نازل فرمائے اسے ہمارے لئے تقویت کا ذریعہ بنا دے اور ایک مدت تک کفایت کا وسیلہ بنا دے''

امّ المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہؓ بیان کرتی ہیں کہ ''جب آپؐ نمازِ استسقاء میں یہ دعائیں پڑھتے اور توبہ استغفار کرتے تو بارانِ رحمت شروع ہو جاتی'' (ابوداود)

☆ حافظ ابن عساکرؒ اپنی سند کے ذریعے حضرت عبداللہ بن عباسؓ کے حوالے سے بیان کرتے ہیں کہ آنحضرتؐ کے دور میں لوگ خشک سالی سے دوچار ہوگئے تو حضرت رسول کریم ﷺ مدینہ سے نکل کر بقیع غرقد کے میدان میں تشریف لائے۔ آپؐ کے سر مبارک پر سیاہ عمامہ تھا جس کا ایک شملہ سامنے اور دوسرا دونوں کندھوں کے درمیان لٹکا ہوا تھا اور آپؐ عربی کمان پر ٹیک لگا کر کھڑے ہوگئے پھر آپؐ نے قبلہ رخ ہو کر صحابہؓ کو دو رکعت باآوازِ بلند نماز پڑھائی اور اس میں سورۂ تکویر اور سورۂ ضحیٰ تلاوت کی پھر اپنی چادر اُلٹ دی تاکہ خشک سالی دور ہو جائے۔ پھر آپؐ نے حمدِ الٰہی بیان کی اور ہاتھ اٹھا کر یہ دعا پڑھی:

اَللّٰهُمَّ ضَاحَتْ بِلَادُنَا وَاغْبَرَّتْ أَرْضُنَا وَهَامَتْ دَوَابُّنَا اَللّٰهُمَّ مُنَزِّلَ الْبَرَكَاتِ مِنْ أَمَاكِنِهَا وَنَاشِرَ الرَّحْمَةِ مِنْ مَعَادِنِهَا بِالْغَيْثِ الْمُغِيْثِ أَنْتَ الْمُسْتَغْفِرُ لِلْآثَامِ فَنَسْتَغْفِرُكَ لِلْجَامِعَاتِ مِنْ ذُنُوْبِنَا وَنَتُوْبُ إِلَيْكَ مِنْ عَظِيْمِ خَطَايَانَا اَللّٰهُمَّ أَرْسِلِ السَّمَاءَ عَلَيْنَا مِدْرَارًا وَاكْفِنَا مَغْزُوْرًا مِنْ تَحْتِ عَرْشِكَ مِنْ حَيْثُ يَنْفَعُنَا غَيْثًا مُغِيْثًا

رَائِعًا مُمَرِّعًا طَبَقًا غَدَقًا خِصبًا تُسرِعُ لَنَا بِهِ النَّبَاتَ وَتُكثِرُ لَنَا بِهِ البَرَكَاتِ وَتُقبِلُ الخَيرَاتِ اللّٰهُمَّ إِنَّكَ قُلتَ فِي كِتَابِكَ وَجَعَلنَا من المَاءِ كُلَّ شَيئٍ حَيٍّ اللّٰهُمَّ فَلَا حَيَاةَ لِشَيئٍ خُلِقَ مِنَ المَاءِ الّا بِالمَاءِ اللّٰهُمَّ وَقَد قَنَطَ النَّاسُ أَوْ مَن قَنَطَ النَّاسِ مِنهُم وَسَاءَ ظَنُّهُم وَهَامَت بَهَائِمُهُم وَعَجَّت عَجِيجَ الثَّكلىٰ عَلَى أَولَادِهَا إِذ حَبَستَ عَنَّا قَطرَ السَّمَاءِ فَدَقَّت لِذٰلِكَ عَظمُهَا وَذَهَبَ لَحمُهَا وَذَابَ شَحمُهَا اللّٰهُمَّ ارحَم اَنِينَ لِانِهِ وَحَنِينَ الحَانَةِ وَمَن لَايَحمِلُ رِزقَهُ غَيرُكَ اللّٰهُمَّ ارحَمِ البَهَائِمَ الحَائِمَةَ وَالانعَامَ السَّائِمَةَ وَالاَطفَالَ الصَّائِمَةَ اللّٰهُمَّ ارحَمِ المَشَايِخَ الرُّكَّعَ وَالاَطفَالَ الرُّضَّعَ وَالبَهَائِمَ الرُّتَّعَ اللّٰهُمَّ زِدنَا قُوَّةً إِلىٰ قُوَّتِنَا وَلَا تَرُدَّنَا مَحرُومِينَ إِنَّكَ سَمِيعُ الدُّعَاءِ بِرَحمَتِكَ يَا أَرحَمَ الرَّاحِمِينَ فَمَا فَرَغَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ حَتّٰى جَاءَ تِ السَّمَاءُ حَتّٰى اَهَمَّ كُلَّ رَجُلٍ كَيفَ يَنصَرِفُ إِلىٰ مَنزِلِهِ فَعَاشَتِ البَهَائِمُ وَاخصَبَتِ الارضُ وَعَاشَ النَّاسُ كُلُّ ذٰلِكَ بِبَرَكَةِ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ

(رواہ ابن عساکر بسندہ، قال البرہان الہندی فی کنز العمال ۸/۴۳۴/۲۳۵۴۶ رجالہ ثقات)

''اے اللہ! ہمارے شہر ویران ہوگئے اور ہماری زمین بنجر ہوگئی، اور ہمارے مویشی پیاسے پھرنے لگے۔ اے اللہ، تو، تو برکات کو اس کی اصل جگہوں سے نازل کرنے والا ہے اور موسلا دھار بارشوں کے ذریعے رحمتوں کو چشموں سے پھیلانے والا ہے، تو گناہوں کے بخشنے والا ہے، چنانچہ ہم اپنے تمام گناہوں کی معافی مانگتے ہیں، اور اپنی بڑی غلطیوں سے تیرے سامنے توبہ کرتے ہیں، اے اللہ! ہم پر اپنے عرش کے نیچے سے موسلا دھار بارش ٹپکانے والا بادل بھیج جو ہمیں عام بارش سے نفع بہم پہنچائے اور تازہ گھاس اور جڑی بوٹیاں اگائے اور وہ بادل بارش سے بھرپور اور چھتری کی طرح پھیلا ہوا ہو اور زرخیزی کا ذریعہ ہو جو ہمارے لئے نباتات اگائے اور اس کے ذریعے برکات کی فراوانی کردے اور ہمیں خیرات دینے کے لئے ملے۔

اے اللہ! تو نے اپنی کتاب میں فرمایا ہے کہ ہم نے ہر زندہ چیز کو پانی سے پیدا کیا ہے۔ اے اللہ! جو چیز پانی سے پیدا ہوئی وہ پانی سے ہی زندہ رہ سکتی ہے۔ اے اللہ لوگ ناامید ہوگئے اور ان کے گمان برے ہوگئے اور ان کے چوپائے گرمی سے چکرا گئے اور یوں جیسے گمشدہ اولاد پر ان کی ماں روتی ہے، کیونکہ تو نے ہم سے بارش روک لی ہے اس بنا پر ان کی ہڈیاں نکل آئیں، گوشت سوکھ گیا اور چربی پگھل گئی۔ اے اللہ! تو رونے والوں کے رونے اور بلکنے والوں کے بلکنے پر رحم فرما اور ان پر بھی رحم فرما جن کے رزق کا تیرے سوا کوئی ذمہ دار نہیں۔ اے اللہ! گھومنے پھرنے والے چوپایوں اور چرنے والے مویشیوں اور روزے دار بچوں پر رحم فرما!

اے اللہ! کمان کی طرح جھکے ہوئے عمر رسیدہ لوگوں اور شیرخوار بچوں اور چرنے چگنے والے

جانوروں پر رحم فرما اور ہماری قوت میں اضافہ فرما اور ہمیں محروم و نامراد کر کے نہ لوٹا۔ اے ارحم الراحمین! تو اپنی رحمت سے دعائیں سننے والا ہے۔''

حضرت رسول مقبول ﷺ ابھی اس دعا سے فارغ نہ ہوئے تھے کہ بارش ہونے لگی۔ اور ہر آدمی گھر جانے کے لئے سوچنے لگا چنانچہ چوپائیوں کی جان میں جان آئی، زمین سرسبز ہوگئی اور لوگ خوشحال ہوگئے اور یہ سب کی سب آنحضرت ﷺ کی دعا کی برکت سے ہوا۔

☆ حضرت عمر فاروقؓ کے زمانے میں ایک دفعہ قحط پڑ گیا۔ آپ تمام لوگوں کو ساتھ لے کر ایک کھلے میدان میں چلے گئے اور اللہ تعالیٰ کے حضور نہایت عاجزی و انکساری سے دعائیں مانگیں اور کثرت سے استغفار کیا اور نماز میں سورۂ نوح کی تلاوت کی اور فرمایا کہ میں نے بارش کو اس کے سوراخوں سے طلب کیا ہے۔ (ابن کثیر)

☆ حکومت کو شرعی حدود نافذ کرنے چاہئیں، اس سے ملک میں خیر و برکت اور امن و سکون ہوگا۔

عن ابی هریرةؓ قال قال رسول اللهﷺ : حد يعمل به فی الارض خير لاهل الأرض من أن يمطروا أربعين صباحا (ابن ماجہ: حدیث ۲۵۲۹)

''حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا: کہ زمین پر (ایک شرعی) حد کا نفاذ ان کے حق میں چالیس دن کی بارش سے بہتر ہے''

''ایک شرعی حد کا نفاذ چالیس راتوں کی بارش سے بہتر ہے'' (نسائی، ابن ماجہ)

اس لیے پوری قوم کو سنتِ نبوی کے مطابق پورے ملک میں نمازِ استسقاء کا اہتمام کرنا چاہیے اور اپنا اپنا جائزہ لینا چاہیے۔ جو کمی و کوتاہی ہم میں پائی جاتی ہے، اسے دور کر کے اصلاح کی کوشش کرنی چاہیے۔ اللہ اور اس کے رسولؐ کی نافرمانی چھوڑ کر صحیح معنوں میں ان کی اطاعت کرنی چاہیے۔

سودی کاروبار، ذخیرہ اندوزی، حرام ذرائع آمدنی، دھوکہ بازی، رشوت خوری اور کرپشن سے باز آنا چاہیے۔ بدکاری سے بھی اپنے آپ کو بچانا چاہیے۔ وعدے کی پاسداری اور امر بالمعروف ونہی عن المنکر کا فریضہ پوری قوم کو ادا کرنا چاہیے۔ عریانی اور فحاشی کی روک تھام کے لئے اجتماعی کوشش بروئے کار لانی چاہیے۔ ظلم و زیادتی سے گریز کرنا چاہیے اور رشتہ داروں سے صلہ رحمی اور حسن سلوک کرنا چاہیے۔ ماپ تول میں کمی بیشی کی بجائے پورا لینا اور دینا چاہیے۔ ان باتوں پر عمل پیرا ہونے سے اللہ راضی ہو جائے گا اور معاشرہ امن و سکون کا گہوارہ بن جائے گا اور رحمتِ خداوندی جوش میں آئے گی۔ بارشوں کا نزول شروع ہو جائے گا اور کھیتوں میں ہریالی آئے گی اور وطن عزیز ترقی کی شاہراہ پر گامزن ہوگا۔ ان شاء اللہ!

جن حضرات کو زرِ سالانہ ختم ہونے کے یادداشتی خطوط ارسال کئے گئے ہیں، ازراہ کرم اولین فرصت میں اپنا سالانہ زرتعاون ادا کردیں بصورتِ دیگر محدث کی ترسیل منقطع کردی جائے گی۔ دیگر احباب بھی اپنا زرسالانہ ختم ہونے پر از خود تجدید کرالیں۔ ادارہ